

تعریف و تبصرہ

شرح فیصلہ ہفت مسئلہ

مصنف: حاجی امداد اللہ ہباجر کی (منسوب)

شرح و حاشیہ: مفتی جیل احمد تھانوی۔

مطبع: پاکستان انٹرنشنل پرنسپرنس لاہور۔

سال شاعت: ۱۹۷۵ء۔ صفحات: ۱۱۸۔ قیمت: چھ روپے۔ کاغذ: سفید۔

کتابت و طباعت: آفسٹ۔ ناشر: جامعہ ضیاء العلوم بیگم پورہ لاہور۔

اگرچہ تین سے نہیں کہا جاسکتا یہ کہ رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کا سب سے پہلا ایڈیشن خالیہ وہی ہے جو مطبع نظامی کا پورے سے ۱۸۹۲ء/۱۳۱۲ھ میں حاجی امداد اللہ صاحب کے نام سے ان کی زندگی ہی میں شائع ہوا تھا۔ اس کے بعد سے اب تک اس کے کئی ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ ۱۹۰۰ء میں محکم اتفاق لاہور نے بھی محض ذوق کو راجپی کے ایڈیشن کو سامنے رکھ کر اسے دوبارہ نئے انداز سے شائع کیا تھا۔ رسالہ اور اس کے مندرجات علمی طقوں میں اکثر زیر بحث آتے رہتے ہیں۔

مفتی جیل احمد صاحب تھانوی کے نزدیک جو حاجی صاحب کے اختلاف میں سے ہیں اور پاکستان میں دیوبندی مکتب کے اکابر میں سے ہیں، محکم اتفاق کا ایڈیشن کئی لحاظ سے غیر تسلی بخش تھا۔ بقول ان کے اس ایڈیشن میں اکثر عبارات بدلتی گئی تھیں اور بعض ضروری صیغے اور اضافے منصرف کر دیئے گئے تھے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ مفتی صاحب کے نزدیک اس رسائلے کے اصل مصنف حکیم لامت مولانا اشرف علی تھانوی ہیں اور محکم اتفاق کے ایڈیشن میں یہ حاجی امداد اللہ صاحب ہباجر کی کی طرف مشوّب کیا گیا تھا۔ چنانچہ ان تمام غلطیوں اور خطأوں کو دوور کرنے اور رسائلے کی اصل عبارات پیش کرنے کے لئے انہوں نے رسائلے کو دوبارہ شائع کیا۔ زیر تبصرہ ایڈیشن کی بنیاد و رسالہ فیصلہ ہفت مسئلہ کا بند شہر ۱۸۹۶ء کا مطبوعہ نسخہ اور "کلیات امدادیہ" میں درج رسائلے کا متن ہے۔

اصل رسالہ بے عذر قدر صفات پر مشتمل ہے۔ اس میں سات ایسے بنیادی مسائل کے بارے میں علمائے دیوبند کامسلک بیان کیا گیا ہے جن میں ان کا دینگیر علمائے ہند سے اختلاف پایا جاتا تھا۔ علمائے دیوبند کے بدعت کے خلاف جہاد کی وجہ سماں کے مخالفین نے اکثر ان کی طرف مسلط اب امیں نسبت کردی تھیں اور بات یہاں تک جاہلی تھی کہ ان کے خلاف حریم شریفین کے مفتیوں سے فتوے حاصل کئے گئے۔ اس سے نہ صرف پاک ہند کے علماء میں اختلاف برحتا چار اتحابکہ ان کے معتقدین نیں بھی جگڑا افادہ ہوتا تھا۔ حاجی امداد اللہ صاحب نے جو اس وقت کو مکملہ میں مقیم تھے ان سات مسائل پر علمائے دیوبند کے صحیح مسلک کی وضاحت کی۔ ان میں مولود شریف، فاتحہ مردج، عرس اور سماع، غیر اللہ کو پرکارنا، جماعت ثانیہ اور امکان نظیر و امکان کذب کے مسائل شامل تھے۔

ان سات مسئلہوں میں دونوں فریقین غلو سے کام لیتے تھے۔ حاجی صاحب نے اس افراد و تقریب کی وضاحت کر کے اصل مسئلہ کو واضح کیا۔ مثلاً ایک طرف بعض انتہا پسند ایسے تھے جو مولود شریف کو بدعت قرار دیتے تھے اور ذکر ولادت نبی کریمؐ کی محفلوں کو ناجائز کہتے تھے۔ دوسرا جانب ایسے لوگ تھے جو مولود شریف کو عبادت کا درجہ دیتے تھے اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اس میں چونکہ نبی کریمؐ بنفس نفس شرکت کرتے ہیں اس لئے آپ کی تشریف آوری پر قیام واجب ہے۔ حاجی صاحب نے یہ کوار است اخیار کرتے ہوئے تشریح فرمائی گذ کہ ولادت نبی کریمؐ کے موجب خیر و برکت ہونے میں کسی کو اختلاف نہیں۔ اختلاف در اصل بعض ایسی باتوں میں ہے جن کو شروط و قیود کے طور پر شامل کر کے انہیں دینی حیثیت دے دی گئی تھی۔

بدعت کے بارے میں علمائے دیوبند کامسلک بہت واضح ہے اور اس میں انہیں مشہور علماء و فقہاء کی تائید حاصل ہے۔ ان کے مطالبہ بدعت ہر تھی چیز کو نہیں کہا جاتا بلکہ صرف ایسی باتوں کو کہا جاتا ہے جن کو دین کا حصہ قرار دے دیا جائے اور عبادت سمجھ کر کیا جائے۔ اس تعریف کی وضاحت نتاوی رشیدیہ اور نتاوی بعدادیہ میں موجود ہے۔ حاجی صاحب بھی بدعت کے اس تصور کے قائل تھے فرماتے ہیں : ” بدعت اس کو کہتے ہیں کہ غیر دین کو دین میں داخل کر لیا جائے ۔ چنانچہ اس تعریف کی روشنی میں مولود شریف کے سلسلے میں جن مسائل پر علماء میں اختلاف ہے، ان میں سب سے بڑا مسئلہ قیام کا ہے۔ بعض علماء نے اسے بدعت قرار دیا ہے۔ لیکن حاجی صاحب نے اس کی وضاحت

کی کہ اگر کوئی شخص اسے عبادت مقصود نہیں سمجھتا بلکہ اس کے اس باب (اس صورت میں ذکر نبی کرمؐ کی علت) کو عبادت جانتا ہے۔ اگرچہ نبی کرمؐ کے ذکر و لادوت کی تعظیم کو ہر دلت شخص سمجھتا ہے تو کسی مصلحت کے پیش نظر ایک خاص وقت اس کے لئے مقرر کرتا ہے تو اسے بدعت نہیں کہا جاسکتا۔ لیکن وہ اگر یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ قیام نہ ہوا یا مقرہ تاریخ پر نو دن پڑھا گیا تو ثواب نہیں ملے گا تو اس شرعی حدود سے خجاوز ہے اور غلط عقیدہ ہے۔ جو اسی میں منفی جمیل احمد تقاضوی صاحب نے محاصلے کا دیلات و تشریفات کے ذریعے حاجی صاحب سے دبے لغظوں میں اختلاف کیا ہے۔ اور اس مسلک کی تائید کی ہے جو مدیر بلوی مکتب فکر کے مقابلے میں اہل دین بند کی شدت کی وجہ سے حاجی صاحب کے بعد غالب آگیا۔

حاجی صاحب کے تزویک ان تمام مسائل میں جگڑا شخصی تھا اور اس کی کوئی داتفاقی حیثیت نہیں تھی۔ اور ان میں خواص کا دقت اور عوام کا دین متعلق ہوا تھا۔ اسی لئے حاجی صاحب نے ان مسائل پر قلم اٹھایا تاکہ اُس سے مکمل جوان فروعی مسائل میں بھی کر گروہ بندیوں کا شکار ہو رہی تھی دوبارہ متحدد ہو سکے۔ لیکن حاجی صاحب کا نیک مقصود گروہ بندیوں کے مقادرات کی نذر ہو گیا۔ حاجی صاحب کی زندگی ہی میں اس رسالہ پر اختلافات پیدا ہو گئے مولانا ماشن الہی صاحب نے ذکرہ الرشیدؐ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس پر مولانا انگلوبیٹی کے زمانے میں بھی ہنگامہ تھا خود اہل دین بند میں گروہ بن چکے تھے۔ مولانا قاسم ناؤ توی، مولانا محمد یعقوب اور چندا درا صاحب حاجی صاحب سے متفق تھے۔ حاجی عابد حسین، مولانا عبد السیمین اور دیگر اصحاب اس کے مختلف تھے۔ یہ تباہ عدیہ میں تک شدید ہوا کہ توہیر بات بھی محل تذارع بن گئی کہ آیا یہ رسالہ حاجی صاحب کی تصنیف ہے بھی یا نہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی صاحب نے انترائق سے بچانے کے لئے اس کی اس طرح وضاحت کی کہ یہ حاجی صاحب کی تصنیف نہیں بلکہ ان کے ارشادات کو حاجی صاحب کے حکم پر مولانا تھانوی صاحب نے اپنے الفاظ میں کہا تھا جس پر حاجی صاحب نے صاف فرمادیا تھا، اس لئے اگر اس میں کوئی بات مختلف فیہ ہے تو اسے حاجی صاحب سے خوب نہ سمجھا جائے۔ اس سے علماً دین بند میں ہفت منشد کے مصنفوں کے باسے میں اختلافات اور شدید ہو گئے۔ صاحبِ امداد المشتاق حاجی سید انوار اُن صاحب اسی مسئلے کے حل کے لئے کوئی کرمہ میں حاجی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور تصدیق حاصل کی کہ یہ رسالہ انہی کی تصنیف

ہے۔ (امداد المشتاق۔ ص ۱۲۹ - ۱۸۰) اس کے باوجود یہ مسئلہ آج تک مختلف فنی چلا اور علمی ہے چنانچہ مفتی جمیل صاحب نے، جو اسے مولا نما اشرف علی سناوی صاحب کی تصنیف بتاتے ہیں، اس کو ثابت کرنے کے لئے اپنے ایڈیشن میں چند ضمیر جات کا اضافہ کیا ہے۔ ان کے بغیر مطالعے سے صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ رسالہ حاجی صاحب کا اپنا کھاہ ہوا نہیں بلکہ ان کے ارشادات کی روشنی میں مولا نما سناوی نے تجوہ کر ان تعدادیں کرائی تھیں۔ یہ تحقیق (پنی بگداہم ہو گی) لیکن نفس مسئلہ پر اس سے اثر نہیں پڑتا۔ عبارات والفاظ حاجی صاحب کے نہ ہوں یکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مطالب و انتکار کا بھی حاجی صاحب سے تعلق نہیں۔ اس بحث میں اہمیت ہے تو اسی بات کی۔

رسالہ کی اس تاریخی اہمیت کے بیشتر نظر ہم محققین کی ادھر صوایوں نیو ریٹروں میں اسلامیات کے طلبہ کی توجہ خصوصی طور پر اس ضرورت کی طرف بندول کرنا چاہتے ہیں کہ اس رسالہ کو ایک تحقیقی مقالے کا موضوع بنانا کہ اس کے تاریخی پس منظر، اس کے محاذات، اس کے مختلف ایڈیشن، ان میں عبارات کے اختلاف اور رسائل کے بالے میں دیوبندی اور بریلوی مکاتبہ فکر کے رو عمل کا مکمل جائزہ لیا جائے۔ ایسا مقام پاک دہندہ میں دینیات سے متعلق گذشتہ دو صدیوں کے رجحانات کو سمجھنے میں بہت مدد ہے گا۔

دو اصل حاجی صاحب شاہ ولی اللہ کے اس مسلک کے پریدتھے جسے شاہ عبدالعزیز نے کیا تھا کہ بُتعالیٰ اللہ بعد میں مولا نما توی اور دیگر امابر دیوبندی بھی اس کے قائل ہے کہ امانت مسئلہ میں اختلافات کو کم کیا جائے اور ایسی صورتیں تھکانی جائیں کہ اتحاد و اتفاق کی فضایہ دیدا ہو۔ چنانچہ محستہ اللہ البالغہ اور فتاویٰ عزیزیہ میں اس روح کی کارفرمائی بہت واضح طور پر فکر آتی ہے۔ محکمہ اتفاق نے اسی مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس رسابے کو شائع کیا تھا۔

اہل علم مفتی جمیل احمد صاحب کے نمون ہوں گے کہ انہوں نے محکمہ اتفاق کے ایڈیشن میں پائی جانے والی کمی کو دور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور حواسی اور ضمیر جات کا اضافہ کر کے رسائلے کو زیادہ محدود نہ کیا ہے۔ رسالہ کی کتابت طباعت بہت بہت معیادی ہے اور محکمہ اتفاق کے ایڈیشن سے کہیں زیادہ خوبصورت ہے۔ یہ دیکھو کہ بعد خوشی ہوتی ہے کہ دینی مدرس اب اس قابل ہوتے جائے ہیں کہ وہ حکومت کے زیر سرپرستی پڑنے والے اداوی کی نسبت کہیں زیادہ بہنچی اور اپنی طباعت کا انتظام کر سکتے ہیں۔

(مختصر خالد مسحور)